ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

ناصر شہزاد کی شاعری میں مقامی زبانوں کی لفظیات اور شعری جمالیات

VERNACULAR VOCABULARY AND POETIC AESTHETICS IN NASIR SHEHZAD'S POETRY

☆ڈاکٹر احمد علی انجم
اسسٹنٹ پروفیسر اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونی ورسٹی ساہیوال کیمپس
☆کرن سعید
اسکالر ایم فل اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونی ورسٹی ساہیوال کیمپس
☆ماہم صفدر
اسکالر ایم فل اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونی ورسٹی ساہیوال کیمپس

Abstract:

This article presents a research study on the local diction, cultural consciousness, and poetic aesthetics in the poetry of Nasir Shehzad. His work prominently features the aesthetic and symbolic influences of Punjabi culture, rural life, folk ethos, and nature, alongside the Hindi cultural tradition. The research demonstrates that these localized elements serve not merely as rhetorical embellishments, but as vital mediums for cultural identity and poetic expression. Symbols such as the village, soil, seasons, rivers, and moonlight elevate localized experiences into broader human significance. Nasir Shehzad creatively integrated Punjabi folk sensibility and the Hindi aesthetic tradition into Urdu poetry, synthesizing tradition with modernity, and local awareness with universal consciousness.

Keywords:

ناصر شہزاد، اردو شاعری، مقامی لفظیات، لسانی اثرات، تہذیبی شعور، لوک روایت، شعری جمالیات، علامتی نظام، دیہی زندگی، بین اللسانی مطالعہ

اردو شاعری میں بعض شعرا ایسے ہیں جن کی شناخت محض لفظی ہنر مندی یا روایتی غزل گوئی سے قائم نہیں ہوتی بلکہ ان کے ہاں تہذیبی شعور، مقامی احساس اور تاریخی روایت ایک فکری نظام کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ناصر شہزاد بھی ایسے ہی شعرا میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے اپنی شاعری میں محبت، جمال، دیہی زندگی، انسانی تعلقات، یاد، فطرت اور تہذیبی ورثے کو ایک منفرد شعری آہنگ عطا کیا۔ ان کی شاعری محض اردو روایت تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس میں پنجاب کی مٹی کی خوشبو، لوک روایت کی حرارت اور ہندوستانی تہذیبی روایت کا جمالیاتی احساس نمایاں طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔

ناصر شہزاد کی پیدائش 21 دسمبر 1937ء کو ضلع اوکاڑہ کے علاقے شیخوشریف میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم دیہی ماحول میں حاصل کی اور بعد ازاں ساہیوال میں علمی و ادبی تربیت کے مراحل طے کیے۔ ان کی شعری شخصیت اس عہد میں تشکیل پاتی ہے جب اردو شاعری ایک طرف جدید حسیت سے آشنا ہو رہی تھی اور دوسری طرف علاقائی تہذیبیں دوبارہ ادبی اظہار کا حصہ بن رہی تھیں۔ ناصر شہزاد نے اس صورتِ حال میں اپنی الگ شناخت قائم کی۔ ان کی شاعری کی فکری اور فنی تشکیل میں ادبی شخصیات اور شعری ماحول نے بھی اثر ڈالا اور ان کے یہاں کلاسیکی روایت اور مقامی تجربہ ایک دوسرے سے ہم آہنگ دکھائی دیتے ہیں۔

ناصر شہزاد کی ادبی خدمات بنیادی طور پر غزل، گیت، نظم اور بیت کے میدان میں سامنے آتی ہیں۔ انہوں نے اردو غزل کو صرف شہری تجربے تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس میں دیہی ثقافت، انسانی سادگی اور تہذیبی احساس کو شامل کیا۔ ان کے کلام میں زبان کی نرمی، موسیقیت اور داخلی روانی نمایاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں غزل اور گیت کی سرحدیں کئی جگہ ایک دوسرے سے ملتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ ناقدین نے بھی اس پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کی شاعری میں ہندستانی تہذیبی رنگ اور تغزل کا خاص امتزاج موجود ہے۔

ناصر شہزاد کے اہم شعری مجموعوں میں "چاندنی کی پیتاں" اور "بن باس" خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔ "چاندنی کی پیتاں" میں بیت اور غزل کی روایت کو نئے اسلوب کے ساتھ پیش کیا گیا جبکہ "بن باس" میں گیت، نظم اور غزل کے ذریعے انسانی احساسات اور تہذیبی تجربات کو شعری صورت دی گئی۔ ان مجموعوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر کے نزدیک شاعری صرف داخلی واردات نہیں بلکہ اجتماعی اور تہذیبی تجربے کی بھی ترجمان ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا، ناصر شہزاد کی شاعری کے بارے میں کہتے ہیں:

> "ناصر شہزاد کے کلام کو پڑھ کر مجھے معاً یہ خیال آیا کہ اگر ٹائن بی واقعتاً اس دھرتی کی باس کو سونگھتا، اس کی سوئی ہوئی دیہاتی زندگی گہرے مدھم سنگیت کو سنتا، اس کے مراقبے میں ڈوبے ہوئے معبدوں میں دوپریمیوں کی ازلی و ابدی تصویر کو دیکھتا اور نمی سے لبریز اور خوشبو سے لدی ہوئی ہوا

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

کے ذائقے سے لطف اندوز ہونا ہی چاہتا ہے تو اس کا ایک ہی طریق یہ بھی ہے کہ وہ کسی بنجارے کی طرح گاؤں گاؤں پھرنے کی بجائے ناصر شہزاد کی غزلوں، گیتوں اور گیت نما نظموں کا مطالعہ کر لے۔"(1)

ناصر شہزاد کی شاعری کی فنی شناخت ان کے علامتی نظام اور تصویری اظہار سے بھی وابستہ ہے۔ ان کے ہاں چاند، چاندنی، گاؤں، راستہ، دھند، درخت، جھرنا، موسم، بن باس، گھر، انگور، دھوپ اور مٹی جیسی علامتیں بار بار سامنے آتی ہیں۔ یہ محض شعری آرائش نہیں بلکہ تہذیبی اور نفسیاتی معانی رکھتی ہیں۔ مثال کے طور پر "چاندنی" ان کے ہاں صرف حسن کی علامت نہیں بلکہ داخلی پاکیزگی اور تہذیبی لطافت کا استعارہ بن جاتی ہے، جبکہ "بن باس" صرف جغرافیائی دوری نہیں بلکہ وجودی تنہائی، ثقافتی بے وطنی اور انسانی جدائی کی علامت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ ان کے چند معروف اشعار سے ان کے شعری مزاج کا اندازہ ہوتا ہے۔:

اخروٹ کھائیں تاپیں انگیٹھی پہ آگ آ
رستے تمام گاؤں کے کہرے سے اٹ گئے

اس شعر میں دیہی منظر نامہ، موسم، اجتماعی زندگی اور مقامی تہذیب ایک ہی تصویر میں سمٹ آئے ہیں۔ یہاں "انگیٹھی" اور "گاؤں" محض اشیا نہیں بلکہ پنجابی معاشرت کی نمائندہ علامات ہیں۔

انگوروں کے جھنڈ میں میٹھا جھرنا تو
تجھ پر مٹنے والے خوش ادراک ہوئے

اس شعر میں فطرت، حسن اور داخلی سرشاری کا وہ انداز ملتا ہے جو ہندوستانی جمالیاتی روایت اور پنجابی لوک احساس دونوں سے رشتہ قائم کرتا ہے۔ ناصر شہزاد کی شاعری کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ ان کے ہاں تہذیب کسی نظری بحث کے طور پر نہیں آتی بلکہ روزمرہ زندگی، منظر نگاری، انسانی تعلق اور جمالیاتی احساس میں جذب ہو کر سامنے آتی ہے۔ ان کے شعری تجربے کی بنیاد پنجاب کی زمین ہے۔ پنجاب کی تہذیب میں محبت، سادگی، لوک دانش، کھیت، موسم، میلے، گیت، اجتماعی زندگی اور فطرت سے قرب بنیادی عناصر شمار ہوتے ہیں اور یہی عناصر ناصر شہزاد کی شاعری میں نئے معنوی امکانات کے ساتھ داخل ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہندوستانی تہذیب کے اثرات ان کی شاعری میں رنگ، نغمگی، حسن پرستی، فطری ہم آہنگی اور روایت سے وابستگی کی صورت میں نمایاں ہوتے ہیں۔ مجید امجد، ناصر شہزاد کے کلام کے متعلق رقم طراز ہیں:

"ناصر شہزاد کی یہ عجب کیفیات سے بھرے ہوئے شعر غزل کی نئی نویلی پھبن ہیں، اس غزل سرا نے بڑی یکسوئی اور لگاوٹ کے ساتھ اس بارے میں برسوں سوچا ہے اور اس لہجے کو ڈھالا ہے، اس دوران میں انہوں نے اپنے گاؤں کی فضا سے بھی باہر جھانکا ہے۔"(2)

اردو شاعری اپنی فکری وسعت، تہذیبی تنوع اور ثقافتی ہم آہنگی کے اعتبار سے برصغیر کی ایک نمائندہ ادبی روایت ہے۔ اس روایت میں مختلف ادوار کے شعرا نے اپنے عہد، ماحول اور تہذیبی اقدار کو شعری اظہار کا حصہ بنایا اور یوں ادب محض جمالیاتی سرگرمی نہ رہا بلکہ تہذیبی شعور کی تشکیل اور تحفظ کا ذریعہ بھی بنتا گیا۔ جدید اردو شاعری میں ایسے شعرا کی ایک نمایاں تعداد موجود ہے جنہوں نے اپنی شاعری میں مقامی اور علاقائی تہذیب کو اس انداز سے پیش کیا کہ ان کی تخلیقات ایک مخصوص جغرافیے سے وابستہ ہونے کے باوجود وسیع انسانی معنویت اختیار کر گئیں۔ انہی شعرا میں ناصر شہزاد کا نام اہمیت کا حامل ہے جن کی شاعری میں مقامی تہذیبی عناصر، انسانی احساسات، لوک روایت اور ثقافتی شناخت کا گہرا شعور موجود ہے۔ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، اپنی کتاب میں ناصر شہزاد کے بارے میں لکھتے ہیں۔:

"ناصر شہزاد نے ہندی لفظیات کے ورتارے کے ساتھ غزل کے پیرائے میں دیہاتی زندگی کی جو تصویریں پیش کی ہیں وہ اپنے منفرد خط و خال کے باعث جدید غزل میں اضافے کی حیثیت رکھتی ہیں۔"(3)

ناصر شہزاد کی شاعری کو محض فنی اظہار یا داخلی کیفیات تک محدود نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان کے ہاں تہذیب، روایت، سماجی تجربات اور انسانی رویّے شعری ساخت کا بنیادی حصہ بن جاتے ہیں۔ ان کی شاعری میں زندگی کی مختلف صورتیں، انسانی تعلقات، معاشرتی اقدار، دیہی ماحول، ثقافتی علامتیں اور علاقائی احساسات نمایاں صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ یہی خصوصیت انہیں ان شعرا سے ممتاز کرتی ہے جو صرف لفظی حسن یا تجریدی احساسات تک محدود رہتے ہیں۔

برصغیر کی تہذیب بنیادی طور پر ایک مرکب تہذیب ہے جس میں مختلف تہذیبی، لسانی اور ثقافتی روایات باہم مل کر ایک منفرد تمدنی فضا پیدا کرتی ہیں۔ پنجابی اور ہندی تہذیب اس مشترکہ تہذیبی ورثے کی دو اہم جہات ہیں۔ ان دونوں تہذیبوں نے نہ صرف سماجی زندگی بلکہ زبان، ادب، فنون اور فکری رجحانات پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ ناصر شہزاد کی شاعری میں ان تہذیبی اثرات کا مطالعہ ہمیں ان کے تخلیقی مزاج اور شعری جہات کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

پنجابی تہذیب برصغیر کی قدیم اور مضبوط تہذیبی روایات میں شمار ہوتی ہے۔ اس تہذیب کی بنیاد زمین سے وابستگی، اجتماعی زندگی، محنت، سادگی، محبت، مہمان نوازی اور جذباتی خلوص پر قائم ہے۔ پنجاب کی تہذیب اپنے اندر ایک خاص قسم کی توانائی اور فطری حسن رکھتی ہے جو اس کے رہن سہن، زبان، لباس، رسوم اور لوک ادب میں نمایاں طور پر موجود ہے۔ پنجابی معاشرے میں انسانی تعلقات کو خاص اہمیت حاصل ہے اور یہی پہلو اس کے ادبی اظہار میں بھی نظر آتا ہے۔

ناصر شہزاد کی شاعری میں پنجابی تہذیب کے اثرات کا پہلا نمایاں مظہر ان کا مقامی اور زمینی شعور ہے۔ ان کے اشعار میں زندگی کسی تجریدی یا خیالی دنیا کا نام نہیں بلکہ انسان اور ماحول کے باہمی تعلق کا اظہار ہے۔ وہ اپنی شاعری میں ایسی فضا قائم کرتے ہیں جس میں زمین، موسم، دیہات، گلیاں، لوگ اور معاشرتی رشتے زندہ محسوس ہوتے ہیں۔ یہ تمام عناصر پنجابی تہذیب کے بنیادی اجزا ہیں۔

ان کے شعری تجربے میں دیہی زندگی محض منظر نگاری نہیں بلکہ ایک فکری اور تہذیبی شناخت کی صورت اختیار کرتی ہے۔ دیہات کی سادگی، رشتوں کی قربت، اجتماعی رویّے اور فطرت سے وابستگی ان کے شعری احساس کو تشکیل دیتے ہیں۔ ان کے ہاں شہر اور جدید زندگی کی پیچیدگیوں کے مقابلے میں انسانی قربت اور سماجی وابستگی زیادہ اہم محسوس ہوتی ہے۔ یہی رجحان پنجابی تہذیب کی روح کے مطابق ہے۔

ناصر شہزاد کی شاعری میں لوک شعور کا عنصر بھی نہایت اہم ہے۔ پنجابی لوک روایت صدیوں پر محیط ایک زرخیز ادبی اور ثقافتی سرمایہ رکھتی ہے۔ لوک گیت، داستانیں، عوامی حکایات اور روایتی محبت کے قصے پنجاب کی تہذیبی شناخت کا حصہ ہیں۔ ان روایات نے انسانی جذبات کو براہِ راست اور فطری انداز میں بیان کرنے کی روایت قائم کی۔ ناصر شہزاد کی شاعری میں بھی جذباتی سچائی، سادہ اظہار اور زندگی سے قربت اسی لوک روایت کی یاد دلاتی ہے۔ ان کے ہاں محبت کا تصور بھی پنجابی تہذیب کے تناظر میں ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ محبت محض فردی جذبہ نہیں بلکہ انسانی وابستگی، رشتوں کی پاسداری اور معاشرتی احساس کی علامت بن جاتی ہے۔ ان کی شاعری میں محبت کے ساتھ وفاداری، انتظار، قربانی اور جذباتی گہرائی ایسے عناصر شامل ہو جاتے ہیں جو پنجابی لوک ادب کی بنیادی خصوصیات ہیں۔

فطرت سے قربت ناصر شہزاد کی شاعری کا ایک اور نمایاں پہلو ہے۔ پنجابی تہذیب میں فطرت انسانی زندگی سے جدا نہیں سمجھی جاتی۔ موسموں کی تبدیلی، فصلوں کی آمد، بارش، دریا اور کھیت زندگی کے ساتھ جڑے ہوئے عناصر ہیں۔ ناصر شہزاد ان مظاہر کو محض منظر نگاری کے لیے استعمال نہیں کرتے بلکہ انہیں انسانی احساسات اور داخلی تجربات کے اظہار کا وسیلہ بناتے ہیں۔ ان کے ہاں بارش کبھی امید کی علامت بن جاتی ہے، مٹی شناخت کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور موسم انسانی کیفیتوں کے استعارے بن جاتے ہیں۔

ان کی شاعری میں تہذیبی حافظے کا تصور بھی قابلِ توجہ ہے۔ تہذیب صرف رسوم و روایات کا مجموعہ نہیں بلکہ اجتماعی تجربات اور تاریخی شعور کا تسلسل بھی ہے۔ ناصر شہزاد اپنی شاعری میں ماضی سے تعلق اور تہذیبی جڑوں سے وابستگی کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ ان کے ہاں روایت اور جدیدیت میں تصادم کے بجائے ایک متوازن تعلق دکھائی دیتا ہے۔

لسانی سطح پر بھی پنجابی تہذیب کے اثرات محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ اظہار کا بنیادی وسیلہ اردو ہے لیکن بعض مقامات پر لہجے کی سادگی، محاوراتی کیفیت اور جذباتی روانی ایسے اوصاف پیدا کرتی ہے جو مقامی تہذیبی ماحول کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہی چیز ان کی شاعری کو مصنوعی ادبی تکلف سے محفوظ رکھتی ہے۔ تنقیدی اعتبار سے دیکھا جائے تو ناصر شہزاد نے پنجابی تہذیب کو محض موضوع نہیں بنایا بلکہ اسے شعری ساخت، احساس اور فکری نظام میں جذب کر لیا ہے۔ ان کے ہاں ثقافت کا اظہار براہِ راست نمائشی انداز میں نہیں بلکہ تخلیقی سطح پر وقوع پذیر ہوتا ہے۔ یہی ان کی شاعری کی اصل قوت ہے۔

ناصر شہزاد کی شاعری کے تہذیبی مطالعے میں جہاں پنجابی تہذیب ایک بنیادی اور نمایاں حوالہ ہے، وہیں ہندی تہذیب کے اثرات بھی ان کے شعری رویّے، علامتی نظام اور فکری جہات میں قابلِ توجہ انداز میں موجود نظر آتے ہیں۔ برصغیر کی تہذیبی ساخت چونکہ صدیوں کے تعامل، اشتراک اور ثقافتی امتزاج کا نتیجہ ہے، اس لیے اردو شاعری بالعموم اور ناصر شہزاد کی شاعری بالخصوص اس مشترکہ تہذیبی ورثے سے الگ ہو کر نہیں دیکھی جا سکتی۔ یہاں ہندی تہذیب سے مراد کسی مذہبی یا لسانی تخصیص کے بجائے وہ وسیع ہندوستانی ثقافتی روایت ہے جس میں رسوم، سماجی اقدار، جمالیاتی رجحانات، فکری میلانات، روحانی تصورات اور انسانی تعلقات کی ایک مشترکہ فضا شامل ہے۔

ناصر شہزاد کی شاعری میں ہندی تہذیب کے اثرات سب سے پہلے زندگی کے جمالیاتی تصور میں محسوس ہوتے ہیں۔ برصغیر کی ہندی روایت میں حسن کو صرف ظاہری دلکشی تک محدود نہیں سمجھا گیا بلکہ حسن کو زندگی، احساس، اخلاق اور روحانی تجربے کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناصر شہزاد کے ہاں حسن ایک جامع معنویت اختیار کرتا ہے۔ وہ حسن کو انسان، فطرت، تعلقات اور تہذیبی اقدار کے ساتھ مربوط کر کے پیش کرتے ہیں۔ ان کے شعری اظہار میں تہذیبی رنگوں کی جو تنوع اور نرمی

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

نظر آتی ہے، اس کا تعلق اسی تہذیبی ورثے سے معلوم ہوتا ہے۔ ان کے ہاں زندگی کے عام مناظر بھی ایک جمالیاتی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ یہ اسلوب اس تہذیبی شعور کی طرف اشارہ کرتا ہے جہاں زندگی کی معمولی چیزیں بھی معنویت اور خوب صورتی حاصل کر لیتی ہیں۔

ہندی تہذیب کا ایک اہم وصف رسوم و روایات کی مضبوط موجودگی ہے۔ انسانی زندگی کو مختلف تہواروں، سماجی تعلقات، خاندانی نظام اور اجتماعی اقدار کے ذریعے منظم کیا جاتا ہے۔ ناصر شہزاد کی شاعری میں بھی انسان کبھی اکیلا وجود نہیں بنتا بلکہ اپنے سماجی اور تہذیبی دائرے میں موجود دکھائی دیتا ہے۔ ان کے ہاں خاندان، تعلق، قربت، وابستگی اور انسانی احساسات کا تصور ایک تہذیبی شعور کے تحت سامنے آتا ہے۔ ان کی شاعری میں مشترکہ تہذیبی ورثے کا تصور بھی نمایاں ہے۔ برصغیر کی ادبی روایت ہمیشہ مختلف تہذیبوں کے امتزاج سے تشکیل پاتی رہی ہے۔ اردو زبان خود اسی تہذیبی اشتراک کی نمائندہ ہے۔ ناصر شہزاد اسی روایت کو اپنی شاعری میں آگے بڑھاتے ہیں جہاں مقامی شناخت اور وسیع تہذیبی شعور ایک دوسرے سے ہم آہنگ دکھائی دیتے ہیں۔

ہندی تہذیب کے اثرات ان کے شعری استعاروں اور علامتوں میں بھی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ برصغیر کی شعری روایت میں فطرت، موسم، پھول، روشنی، درخت، پانی اور سفر جیسی علامتیں انسانی جذبات اور روحانی تجربات کے اظہار کے لیے استعمال ہوتی رہی ہیں۔ ناصر شہزاد بھی ان علامتوں کو صرف لفظی حسن کے لیے استعمال نہیں کرتے بلکہ ان کے ذریعے تہذیبی اور انسانی مفاہیم پیدا کرتے ہیں۔ ان کے ہاں موسم صرف موسمی تبدیلی نہیں بلکہ انسانی احساسات کی تبدیلی کا استعارہ بن جاتا ہے۔ دریا محض جغرافیائی حقیقت نہیں رہتا بلکہ تسلسل، زندگی اور تہذیبی بہاؤ کی علامت اختیار کر لیتا ہے۔ روشنی امید، شعور اور انسانی ارتقا کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہ علامتی نظام برصغیر کی وسیع تہذیبی روایت سے مربوط محسوس ہوتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حسن، ناصر شہزاد کی شاعری میں استعمال ہونے والی تشبیہات اور استعارات کے متعلق لکھتے ہیں:

> "ناصر شہزاد نے غزل کو زیادہ ارضی اور زیادہ رنگا رنگ بنایا، اس میں زمین کی سوندھی سوندھی خوشبو، موسموں کے رنگ اور ارد گرد کی زندگی خصوصاً قصبات اور دیہات کی زندگی کی تشبیہیں، استعارے اور امیجری نرالی مستی پیدا کر دی۔"(4)

روحانیت بھی ہندی تہذیب کا ایک بنیادی وصف ہے اور اس کے اثرات ناصر شہزاد کی شاعری میں بالواسطہ طور پر موجود ہیں۔ یہاں روحانیت سے مراد رسمی مذہبی اظہار نہیں بلکہ انسان کی داخلی تطہیر، معنویت کی تلاش اور وجودی احساس کا وہ دائرہ ہے جو برصغیر کی فکری روایت کا حصہ رہا ہے۔ ناصر شہزاد کے ہاں انسان صرف خارجی زندگی نہیں جیتا بلکہ اپنے باطن کے ساتھ بھی مسلسل مکالمے میں رہتا ہے۔ اسی طرح ان کی شاعری میں انسانی وحدت اور باہمی تعلق کا تصور بھی قابلِ غور ہے۔ ہندی تہذیبی روایت میں انسان کو کائنات کے وسیع نظام کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ ناصر شہزاد کے ہاں بھی فرد کا تصور تنہائی کے بجائے تعلق، ربط اور اشتراک سے وابستہ دکھائی دیتا ہے۔ لسانی اعتبار سے دیکھا جائے تو ناصر شہزاد کی شاعری میں اظہار کی نرمی، جذباتی روانی اور صوتی آہنگ ایسی خصوصیات ہیں جو برصغیر کے تہذیبی مزاج سے ہم آہنگ ہیں۔ اگرچہ وہ اردو کے شاعر ہیں لیکن ان کے لہجے میں مقامی زندگی کی قربت اور ثقافتی مانوسیت نمایاں رہتی ہے۔ ان کے بعض شعری رویّوں میں ایسا تاثر پیدا ہوتا ہے جیسے زبان صرف اظہار نہیں بلکہ تہذیبی حافظہ بھی ہو۔

تنقیدی اعتبار سے ناصر شہزاد کی شاعری کو صرف علاقائی یا مقامی شاعری قرار دینا درست نہیں ہوگا کیونکہ ان کے ہاں تہذیبی اثرات محدود شناخت نہیں بناتے بلکہ تخلیقی وسعت پیدا کرتے ہیں۔ انہوں نے پنجابی اور ہندی تہذیبی عناصر کو اپنی داخلی شعری ساخت میں جذب کر کے ایک ایسا شعری مزاج پیدا کیا ہے جو مقامی ہونے کے باوجود وسیع انسانی معنویت رکھتا ہے۔ یہ بھی اہم ہے کہ ناصر شہزاد کی شاعری میں تہذیبی اثرات براہِ راست بیان کی صورت میں نہیں آتے بلکہ شعری فضا، احساس، علامت اور اسلوب میں جذب ہو کر سامنے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری تہذیبی مطالعے کے لیے ایک اہم متن کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔

ناصر شہزاد کی شاعری کے تہذیبی مطالعے میں ایک اہم پہلو ان کے شعری اسلوب، زبان، علامتی نظام اور فکری تشکیل کا ہے۔ اگرچہ ان کی شاعری براہِ راست تہذیبی بیانیہ پیش نہیں کرتی لیکن اس کے داخلی نظام میں پنجابی اور ہندی تہذیب کے اثرات اس طرح جذب ہو کر سامنے آتے ہیں کہ قاری کو ایک مکمل تہذیبی اور ثقافتی منظر نامہ محسوس ہونے لگتا ہے۔ یہی وہ خصوصیت ہے جو ان کی شاعری کو صرف جذباتی اظہار سے بلند کر کے ایک تہذیبی اور فکری متن میں تبدیل کرتی ہے۔

شاعری محض الفاظ کا مجموعہ نہیں ہوتی بلکہ شاعر کے اجتماعی شعور، سماجی تجربے اور تہذیبی وابستگیوں کی نمائندہ بھی ہوتی ہے۔ ناصر شہزاد کی شعری زبان اسی نقطۂ نظر سے دیکھی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں زبان اظہار کے ساتھ ساتھ شناخت اور ثقافت کا وسیلہ بھی ہے۔ وہ اردو زبان کے اندر رہتے ہوئے ایسے لہجے اور ایسی فضا قائم کرتے ہیں جو برصغیر کے مشترکہ تہذیبی مزاج سے ہم آہنگ دکھائی دیتی ہے۔ پنجابی تہذیب کا ایک بنیادی وصف اظہار کی بے ساختگی اور جذبات کی سادگی ہے۔ پنجابی لوک ادب میں پیچیدہ فلسفیانہ اسلوب کے بجائے زندگی سے قریب، رواں اور مؤثر اظہار کو اہمیت دی جاتی ہے۔ ناصر شہزاد کی شاعری میں بھی اس خصوصیت کا عکس نمایاں ہے۔ ان کے ہاں الفاظ کی مصنوعی آرائش کم اور داخلی تاثیر زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ وہ پیچیدہ اظہار کے بجائے ایسی شعری فضا پیدا کرتے ہیں جس میں معنی آہستہ آہستہ قاری کے ذہن میں وسعت اختیار کرتے ہیں۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

ان کی شاعری میں زبان کی تہذیبی تشکیل کا ایک اہم پہلو محاوراتی کیفیت ہے۔ بعض اوقات ان کے اشعار میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زبان کتابی روایت کے بجائے زندگی کے روزمرہ تجربات سے اخذ کی گئی ہے۔ یہ انداز پنجابی تہذیب کے عوامی شعور سے ہم آہنگ دکھائی دیتا ہے جہاں زبان انسانوں کے درمیان فاصلے پیدا کرنے کے بجائے قربت پیدا کرتی ہے۔ ہندی تہذیب کے اثرات ان کے اسلوب میں ایک دوسرے زاویے سے سامنے آتے ہیں۔ برصغیر کی ہندی ادبی روایت میں نرم آہنگی، جذباتی تسلسل، علامتی وسعت اور داخلی توازن کو اہمیت حاصل رہی ہے۔ ناصر شہزاد کے ہاں بھی اظہار میں ایک لطیف روانی اور داخلی موسیقیت محسوس ہوتی ہے۔ ان کی شاعری قاری پر شور یا شدت کے ذریعے اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ تدریج، تاثر اور تہذیبی قربت کے ذریعے اپنا اثر قائم کرتی ہے۔

ان کی شاعری میں تشبیہات اور علامتوں کا استعمال بھی تہذیبی مطالعے کے حوالے سے نہایت اہم ہے۔ شاعری میں علامت محض لفظی خوب صورتی کا ذریعہ نہیں ہوتی بلکہ ایک تہذیبی اور فکری نظام کی نمائندگی کرتی ہے۔ ناصر شہزاد کے ہاں فطرت سے وابستہ علامتیں، موسمی استعارے، زمین، راستہ، گھر، دریا، روشنی، درخت اور انسانی رشتے ایسی علامتوں کے طور پر سامنے آتے ہیں جو برصغیر کی مشترکہ تہذیبی روایت سے وابستہ ہیں۔ مثال کے طور پر زمین ان کے ہاں صرف مادی حقیقت نہیں بلکہ شناخت، وابستگی اور تہذیبی تسلسل کی علامت بن جاتی ہے۔ دریا زندگی کی روانی اور تہذیبی حرکت کا استعارہ محسوس ہوتا ہے۔ گھر محض رہائش نہیں بلکہ تعلق، تحفظ اور ثقافتی مرکز کی صورت اختیار کرتا ہے۔ یہ تمام علامتیں ان کی شاعری کو تہذیبی معنویت عطا کرتی ہیں۔ ڈاکٹر خورشید رضوی، ناصر شہزاد کے فن کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں۔:

"ناصر شہزاد کی فنی یکتائی، کسی شعوری جدت طرازی یا زبردستی کے تجربے سے عبارت نہیں بلکہ ڈال پر کھلتے پھول کی طرح برجستہ و بے ساختہ ہے۔"(5)

ناصر شہزاد کی شاعری میں عورت کا تصور بھی تہذیبی تناظر میں قابلِ مطالعہ ہے۔ پنجابی اور ہندی تہذیب میں عورت صرف فرد نہیں بلکہ محبت، قربانی، تعلق اور معاشرتی توازن کی علامت سمجھی جاتی رہی ہے۔ ان کی شاعری میں عورت کی تصویر کشی جذباتی سطح سے بلند ہو کر تہذیبی معنویت اختیار کر لیتی ہے۔ عورت کہیں یاد کی صورت میں، کہیں حسن کی علامت اور کہیں انسانی وابستگی کے استعارے کے طور پر سامنے آتی ہے۔ ان کے شعری نظام میں روایت اور جدیدیت کا تعلق بھی اہم ہے۔ جدید اردو شاعری میں بعض اوقات روایت سے انقطاع کا رجحان پیدا ہوا، لیکن ناصر شہزاد کی شاعری میں روایت کو رد کرنے کے بجائے اس کے ساتھ تخلیقی تعلق قائم کیا گیا ہے۔ وہ ماضی کو جامد حقیقت کے طور پر قبول نہیں کرتے بلکہ اسے حال کے شعور سے جوڑتے ہیں۔ یہی رویہ انہیں تہذیبی اعتبار سے متوازن شاعر بناتا ہے۔

پنجابی اور ہندی تہذیب کا باہمی امتزاج ان کی شاعری میں کسی تصادم یا تقسیم کے طور پر نہیں آتا بلکہ ایک ہم آہنگ تہذیبی شعور کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے ہاں مقامی اور وسیع ثقافتی عناصر ایک دوسرے کی نفی نہیں کرتے بلکہ ایک مکمل انسانی تجربہ تشکیل دیتے ہیں۔ یہی خصوصیت ان کی شاعری کو علاقائی ہونے کے باوجود آفاقی احساس عطا کرتی ہے۔ تنقیدی اعتبار سے اگر ناصر شہزاد کی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے تہذیبی عناصر کو موضوعاتی سطح سے بلند کر کے تخلیقی سطح پر برتا ہے۔ ان کے ہاں تہذیب صرف بیان نہیں بلکہ احساس بن جاتی ہے۔ وہ براہِ راست تہذیبی دعوے نہیں کرتے بلکہ شعری ساخت کے ذریعے تہذیب کو محسوس کرواتے ہیں۔ ان کی شاعری میں جو تہذیبی توازن موجود ہے، وہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اپنی تخلیقی شناخت کو مقامی بنیادوں پر استوار کرتے ہوئے وسیع انسانی شعور سے جوڑنے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری نہ صرف ادبی مطالعے بلکہ تہذیبی اور ثقافتی تحقیق کے لیے بھی اہم حیثیت رکھتی ہے۔

ناصر شہزاد کی شاعری کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان کا تخلیقی شعور محض انفرادی احساس یا داخلی تجربے تک محدود نہیں بلکہ ایک وسیع تہذیبی، ثقافتی اور سماجی پس منظر سے وابستہ ہے۔ ان کے ہاں شاعری زندگی کے ان مظاہر کی ترجمان بن جاتی ہے جو انسان کے روزمرہ تجربات، اجتماعی شعور اور تہذیبی اقدار سے تشکیل پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری کو صرف جمالیاتی یا لسانی تناظر میں نہیں بلکہ تہذیبی مطالعے کے دائرے میں بھی سمجھنا ضروری ہے۔

پنجابی اور ہندی تہذیب کے اثرات کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ واضح ہوتا ہے کہ ناصر شہزاد نے ان تہذیبی عناصر کو نقل یا نمائشی انداز میں استعمال نہیں کیا بلکہ انہیں اپنی داخلی تخلیقی ساخت کا حصہ بنا لیا ہے۔ ان کے ہاں تہذیب کسی خارجی حوالہ یا ثقافتی منظر نگاری تک محدود نہیں رہتی بلکہ انسانی احساس، فکری رویّے، زبان، علامت اور اظہار کے پورے نظام میں سرایت کر جاتی ہے۔

تنقیدی اعتبار سے ان کی شاعری کی پہلی اہم خصوصیت تہذیبی صداقت ہے۔ بہت سے شعرا علاقائی یا تہذیبی عناصر کو محض رنگ پیدا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، لیکن ناصر شہزاد کے ہاں تہذیب ایک جیتی جاگتی حقیقت کے طور پر موجود ہے۔ ان کے شعری تجربے میں جو ماحول، احساس اور انسانی تعلقات سامنے آتے ہیں وہ زندگی کے حقیقی تجربات سے اخذ شدہ محسوس ہوتے ہیں۔ یہی صداقت ان کی شاعری کو مؤثر اور قابلِ اعتماد بناتی ہے۔ دوسری اہم خصوصیت مقامی اور آفاقی شعور کا امتزاج ہے۔ عموماً علاقائی ادب کے بارے میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ وہ محدود دائرے میں رہ جاتا ہے، لیکن ناصر شہزاد کی شاعری اس تصور کی نفی کرتی ہے۔ انہوں نے مقامی

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

ثقافتی عناصر کو اس انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ انسانی سطح پر وسیع معنویت اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے ہاں مٹی صرف پنجاب کی مٹی نہیں رہتی بلکہ انسان کی شناخت کی علامت بن جاتی ہے؛ محبت صرف علاقائی جذبہ نہیں بلکہ انسانی تعلق کی نمائندہ بن جاتی ہے۔ تیسرا اہم پہلو لوک شعور اور جدید حسیت کا امتزاج ہے۔ پنجابی تہذیب کی بنیاد عوامی زندگی، سادہ احساس اور اجتماعی تجربے پر قائم ہے جبکہ جدید شاعری فرد کے داخلی بحران اور وجودی سوالات کو اہمیت دیتی ہے۔ ناصر شہزاد کے ہاں یہ دونوں رجحانات ایک متوازن صورت میں سامنے آتے ہیں۔ وہ نہ تو روایت میں اس طرح گم ہو جاتے ہیں کہ عصرِ حاضر سے کٹ جائیں اور نہ اس قدر جدیدیت اختیار کرتے ہیں کہ تہذیبی جڑیں ختم ہو جائیں۔

ہندی تہذیب کے تناظر میں ان کی شاعری کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کے ہاں جمالیاتی شعور، روحانی لطافت اور انسانی ربط کا احساس نمایاں ہے۔ برصغیر کی تہذیبی روایت میں زندگی کو تضاد کے بجائے ہم آہنگی کے ساتھ دیکھا جاتا ہے اور یہی رجحان ناصر شہزاد کی شاعری میں بھی موجود ہے۔ ان کے ہاں انسانی رشتے، داخلی سکون، حسنِ فطرت اور تعلق کی معنویت اہم شعری عناصر کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ تنقیدی سطح پر یہ سوال بھی اہم ہے کہ کیا تہذیبی وابستگی شاعر کی فکری وسعت کو محدود کرتی ہے؟ ناصر شہزاد کی شاعری اس سوال کا منفی جواب دیتی ہے۔ ان کے ہاں تہذیب جمود پیدا نہیں کرتی بلکہ تخلیقی امکانات کو وسعت دیتی ہے۔ وہ مقامی علامتوں کے ذریعے آفاقی مفاہیم پیدا کرتے ہیں اور یہی بڑا ادب تخلیق کرنے کی ایک اہم شرط سمجھی جاتی ہے۔

ان کی شاعری میں تہذیبی تشکیل کے ساتھ ساتھ ایک نفسیاتی پہلو بھی موجود ہے۔ انسان اپنی شناخت صرف زبان یا جغرافیہ سے حاصل نہیں کرتا بلکہ اپنی یادوں، تجربات اور ثقافتی وابستگیوں سے بھی تشکیل پاتا ہے۔ ناصر شہزاد کے ہاں یاد، ماضی، تعلق اور داخلی وابستگی کی جو فضا موجود ہے وہ دراصل اسی تہذیبی شناخت کے شعور کی نمائندگی کرتی ہے۔ ادبی تنقید کے جدید زاویوں، خصوصاً تہذیبی تنقید (Cultural Criticism) اور سماجی تنقید (Social Criticism) کی روشنی میں دیکھا جائے تو ناصر شہزاد کی شاعری اس امر کی مثال ہے کہ ادب اپنے عہد اور ماحول سے کس طرح مربوط رہتے ہوئے تخلیقی آزادی برقرار رکھ سکتا ہے۔ ان کے ہاں ثقافت جامد شے نہیں بلکہ ایک متحرک اور زندہ تجربہ ہے۔

ان کی شاعری کا ایک قابلِ ذکر وصف یہ بھی ہے کہ وہ تہذیبی اختلاف یا تقسیم کے بجائے تہذیبی اشتراک اور انسانی وحدت کو اہمیت دیتے ہیں۔ پنجابی اور ہندی تہذیب کے اثرات ان کے ہاں متوازی یا متصادم قوتوں کے طور پر نہیں بلکہ ایک مشترکہ ثقافتی ورثے کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ یہی رجحان ان کی شاعری کو انسانی اور فکری سطح پر زیادہ مؤثر بناتا ہے۔ تحقیقی نقطۂ نظر سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ناصر شہزاد کی شاعری میں تہذیبی عناصر محض موضوعاتی سطح تک محدود نہیں بلکہ ان کی تخلیقی شناخت کا بنیادی حصہ ہیں۔ پنجابی تہذیب نے انہیں زمینی شعور، لوک احساس، سادگی اور انسانی قربت عطا کی جبکہ ہندی تہذیب نے ان کی شاعری میں جمالیاتی وسعت، علامتی گہرائی اور مشترکہ ثقافتی احساس کو مضبوط کیا۔ ان دونوں تہذیبی دھاروں کے امتزاج نے ان کے شعری تجربے کو ایک منفرد ادبی شناخت عطا کی۔

مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ناصر شہزاد کی شاعری برصغیر کی مشترکہ تہذیبی روایت کا ایک اہم ادبی اظہار ہے۔ ان کی تخلیقات میں پنجابی تہذیب کی زمینی وابستگی اور ہندی تہذیب کی جمالیاتی وسعت اس طرح یکجا ہوتی ہیں کہ ایک ایسا شعری منظرنامہ تشکیل پاتا ہے جو نہ صرف ادبی سطح پر اہم ہے بلکہ تہذیبی اور ثقافتی تحقیق کے لیے بھی قابلِ قدر حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی شاعری ہمیں یہ احساس دلاتی ہے کہ ادب محض الفاظ کا حسن نہیں بلکہ تہذیب، شناخت اور انسانی شعور کی مسلسل تشکیل کا عمل بھی ہے۔

حوالہ جات

1۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، پیش لفظ، چاندنی کی پتیاں از ناصر شہزاد، انفائن پرنٹنگ پریس، لاہور، 1965، ص:6،5
2۔ مجید امجد، (مضمون)، طوفانوں میں ایک موج، ناصر شہزاد؛ مشمولہ، بن باس، از ناصر شہزاد، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، 2004، ص:33
3۔ ارشد محمود ناشاد، ڈاکٹر، اردو غزل کا تکنیکی ہیئتی اور عروضی سفر، مجلس ترقی ادب، لاہور، 2008، ص:241
4۔ محمد حسن، ڈاکٹر، کچھ جدید غزل کے بارے میں، (مضمون)، جدید اردو غزل، پٹنہ، خدا بخش اورینٹل لائبریری، 1995، ص:12
5۔ خورشید رضوی، ڈاکٹر، (فلیپ)، کون دیس گیئو، از ناصر شہزاد، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، 2005